رضی اللہ عنہ

حضرت زید بن حارثہ

محمد خالد جذبی

حضرت زید بن حارثہؓ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب صحابیؓ کا تذکرہ، حضورؐ سے محبت کی خاطر انہوں نے والدین کو چھوڑ دیا تھا اور شاید اسی قربانی کے طفیل یہ فضیلت ان کے حصے میں آئی کہ وہ مردوں میں اسلام قبول کرنے والے پہلے صحابیؓ ہیں

محمد خالد جذبی

سعدیٰ بنت ثعلبہ اپنے بچے زید بن حارثہ کعبی کو ساتھ لئے ہوئے اپنے قبیلے بنو معن سے ملاقات کے ارادے سے روانہ ہوئیں لیکن ابھی وہ اپنے قبیلے کے دیار میں پہنچی نہیں تھیں کہ بنو قین کے سواروں نے اچانک حملہ کر کے ان کے مال، اسباب پر قبضہ کر لیا، ان کے اونٹ ہانک لے گئے اور بال بچوں کو گرفتار کر لیا۔ جن بچوں کو وہ پکڑ کر لے گئے تھے ان میں اس کا بچہ زید ابن حارثہ بھی تھا۔۔۔ زید ایک کمسن بچہ تھا۔ اس وقت وہ اپنی عمر کی آٹھویں منزل میں تھا۔ ڈاکو اسے فروخت کرنے کی غرض سے "عکاظ" کے بازار میں لے گئے جہاں سے قریش کے ایک دولت مند سردار حکیم ابن حزام بن خویلد نے اسے چار سو درہم میں خرید لیا۔ حکیم ابن حزام نے اس کے علاوہ بہت سے غلام خریدے اور ان کو لے کر مکہ واپس آگیا۔ جب اس کی پھوپھی خدیجہ بنت خویلد کو اس کی واپسی کی اطلاع ملی اور وہ اس سے ملنے اور اس کو خوش آمدید کہنے گئیں تو اس نے کہا۔

"یہ چند غلام میں سوق "عکاظ" سے خرید کر لایا ہوں۔ آپ ان میں سے جس کو چاہیں پسند کر لیں، میں اسے آپ کی خدمت میں ہدیہ کرتا ہوں۔"

سیدہ خدیجہ نے ایک ایک کر کے سب غلاموں کے چہروں کو غور سے دیکھا۔ ان کی نگاہیں زید کے چہرے پر جا کر ٹک گئیں، وہ اسے دیر تک دیکھتی رہیں اور اس پر ظاہر ہونے والی ذہانت و فطانت کی علامات کی وجہ سے اس کو

پسند کر لیا اور لے کر گھر واپس آ گئیں--- کچھ دنوں بعد سیدہ خدیجہ، محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئیں۔ اس موقع پر وہ ان کی خدمت میں کوئی بیش قیمت تحفہ پیش کرنا چاہتی تھیں اور اس کے لئے انہیں اپنے عزیز غلام زید بن حارثہ سے زیادہ بہتر کوئی چیز نہیں ملی، چنانچہ اس کو ان کی خدمت میں پیش کر دیا۔

ادھر یہ خوش نصیب بچہ، محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سرپرستی میں رہ کر ان کی زریں صحبت اور بہترین سیرت و کردار سے بہرہ ور ہوتے ہوئے خوشی اور آزادی کے دن گزار رہا تھا اور ادھر اس کی ستم رسیدہ اور ممتا کی ماری ہوئی ماں اس کی گمشدگی کے صدمے سے نڈھال ہو رہی تھی۔ اس کی آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسو تھم رہے تھے، نہ اس کی سوزش غم میں کوئی کمی واقع ہو رہی تھی اور نہ اسے کسی پہلو سکون و قرار نصیب ہو رہا تھا۔ اسے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ آیا اس کا لخت جگر زندہ ہے، وہ اس کی بازیابی کی امید رکھے یا وہ مر چکا ہے اور اس سے مایوس ہو کر صبر کی سل اپنے سینے پر رکھ لے؟ یہی کیفیت ان کے غم کی شدت میں مزید اضافے کا سبب تھی۔ ان کا باپ ملک کے گوشے گوشے میں اسے ڈھونڈتا اور ہر قافلے سے اس کا پتہ پوچھتا پھر رہا تھا اور ان کے اضطراب و بے قراری کی کیفیت ان دردناک اشعار کے قالب میں ڈھل گئی تھی جو سننے والوں کے دلوں کے ٹکڑے کئے دے رہے تھے۔

ترجمہ: میں زید کے غم میں گریہ و زاری کر رہا ہوں اور مجھے نہیں معلوم کہ وہ کس حال میں ہے، آیا وہ زندہ ہے کہ اس کے ملنے کی امید ہو یا اس کی موت اس کی راہ میں حائل ہو گئی۔ واللہ! مجھے اس کے متعلق کچھ نہیں معلوم، میں حیران و سرگرداں پوچھتا پھر رہا ہوں کہ میرے پیچھے تجھے میدان نے چرا لیا یا پہاڑ نے اچک لیا؟--- سورج اپنے طلوع ہونے کے ساتھ اس کی یاد تازہ کر جاتا ہے اور ڈوبتے ہوئے بھی اس کی یاد تازہ کر جاتا ہے۔ میں اپنے اونٹ کو تیزی سے دوڑا کر زمین میں اس کی تلاش کرتا رہوں گا، جیتے جی اس کی جستجو سے باز نہیں آؤں گا۔ الا یہ کہ میرا اونٹ تھک کر نڈھال ہو جائے یا مجھے موت آ جائے کیونکہ ہر شخص فانی ہے، چاہے امید اسے مبتلائے فریب رکھے۔

ایک بار حج کے موسم میں زید کے قبیلے کے کچھ لوگ زیارت بیت اللہ کے ارادے سے مکہ آئے ہوئے تھے، طواف کے دوران اچانک زید سے ان کا سامنا ہو گیا۔ انہوں نے زید کو اور زید نے ان کو پہچان لیا، آپس میں بات چیت بھی ہوئی۔ جب وہ لوگ مناسک حج سے فارغ ہو کر اپنے قبیلے میں واپس پہنچے تو انہوں نے جو کچھ دیکھا اور سنا تھا، اس کی مفصل روداد حارثہ کے سامنے رکھ دی۔ زید کا سراغ ملتے ہی اس نے جھٹ پٹ اپنی سواری کو تیار کیا، اپنے لخت جگر کا فدیہ ادا کرنے کے لئے وافر مقدار میں مال اونٹ پر لادا اور اپنے ہمراہ اپنے بھائی کعب کو بھی لے لیا۔ پھر تیز رفتاری کے ساتھ راستہ طے کرتے ہوئے دونوں مکہ کی طرف روانہ ہو گئے اور وہاں پہنچ کر سیدھے محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھر پہنچے اور ان سے کہا۔

"اے ابن عبدالمطلب! آپ لوگ اللہ کے ہمسائے ہیں۔ قیدیوں کو رہائی بخشتے، بھوکوں کو کھانا کھلاتے اور مظلوموں کی فریاد رسی کرتے ہیں۔ ہم آپ کی خدمت میں اپنے بیٹے کے سلسلے میں حاضر ہوئے ہیں۔ ہم آپ کے پاس اتنا مال لائے ہیں جو اس کے فدیہ کے لئے کافی ہو گا۔ آپ ہمارے اوپر احسان فرمائیں اور فدیہ لے کر اسے چھوڑ دیں۔"

"کون ہے تمہارا وہ بیٹا؟" محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پوچھا۔

"آپ کا غلام' زید بن حارثہ---" دونوں ایک ساتھ بولے۔

"کیا تم پسند کرو گے کہ میں تمہارے سامنے ایک تجویز رکھوں جو فدیہ سے بہتر ہے؟" محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان سے دریافت کیا۔

"وہ کون سی تجویز ہے؟" انہوں نے جاننا چاہا۔

"میں اسے تمہارے سامنے بلائے دیتا ہوں۔ تم اس کو یہ اختیار دے دو کہ وہ میرے اور تمہارے درمیان سے جس کو چاہے' منتخب کر لے۔ اگر وہ تمہارے ساتھ جانے کو ترجیح دیتا ہے تو تم اسے کسی مال اور فدیہ کے بغیر اپنے ساتھ لے جا سکتے ہو' لیکن اگر وہ میرے پاس رہنے کو پسند کرتا ہے تو خدا کی قسم! میں اس کی پسند کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا۔" محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تجویز کی وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

"یقیناً آپ نے یہ بڑے انصاف کی بات کہی ہے۔" دونوں نے متفق ہوتے ہوئے کہا۔

اس کے بعد محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے زید کو بلا کر پوچھا۔

"ان دونوں کو پہچانتے ہو؟"

"ہاں' یہ میرے والد حارثہ ابن شراحیل اور یہ میرے چچا کعب ہیں۔" زید نے دونوں کی طرف باری باری اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"زید! میں تم کو اس بات کا اختیار دیتا ہوں کہ اگر چاہو تو اپنے والد اور چچا کے ساتھ چلے جاؤ اور اگر چاہو تو میرے پاس رہ جاؤ۔" محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کو مخاطب کر کے کہا۔

"میں آپ کے پاس رہوں گا۔" زید نے کسی تاخیر و تذبذب کے بغیر کہا۔

یہ سن کر اس کے باپ نے کہا۔

"کیا تو غلامی کو اپنے والدین پر ترجیح دے رہا ہے؟"

"میں ان کی طرف سے ایک چیز دیکھ چکا ہوں۔ میں وہ نہیں ہوں جو کبھی بھی ان سے جدا ہونا گوارا کرے۔" زید نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جب اپنے ساتھ زید کے اس غیر معمولی تعلق خاطر کو دیکھا تو اسی وقت اس کا ہاتھ پکڑا' اسے لئے ہوئے بیت الحرام میں پہنچے اور حجر کے مقام پر قریش کے مجمع میں کھڑے ہو کر اعلان کیا۔

"قریش کے لوگو! گواہ رہنا' آج سے یہ میرا بیٹا ہے۔ یہ میرا وارث ہو گا اور میں اس کا وارث ہوں گا۔"

یہ دیکھ کر زید کے باپ اور چچا کا جی خوش ہو گیا اور وہ اسے محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس چھوڑ کر اپنے قبیلے کی طرف واپس لوٹ گئے' لوٹتے ہوئے وہ دونوں اس کی طرف سے پورے طور پر مطمئن تھے۔

پھر اس روز سے زید بن حارثہؓ زید بن محمدؐ کے نام سے پکارے جانے لگے اور وہ برابر اسی نام سے پکارے جاتے رہے یہاں تک کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم منصب رسالت پر فائز کر دیئے گئے اور اسلام نے اللہ کے فرمان (ترجمہ: منہ بولے بیٹوں کو ان کے باپوں کی نسبت سے پکارو۔ احزاب ۵) کے نزول کے ساتھ منہ بولا بیٹا بنانے کی رسم کالعدم قرار دے دی گئی اور وہ زید بن محمد سے پھر زید بن حارثہ ہو گئے--- زید کو کیا معلوم تھا کہ جس وقت انہوں نے اپنے ماں باپ کے مقابلے میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنایا تھا' کیسی نعمت ان کے حصے میں آئی تھی' وہ یہ بھی کہاں جانتے تھے کہ جس آقا کی غلامی کو انہوں نے اپنے خاندان اور قبیلے پر ترجیح دی ہے وہ اولین و آخرین کے سردار اور ساری مخلوق کی طرف اللہ کے رسول ہیں۔ ان کے دل میں تو یہ خیال بھی نہیں گزرا تھا کہ عنقریب

روئے زمین پر آسمانی بادشاہت کے قیام کا اعلان ہونے والا ہے جو مشرق سے لے کر مغرب تک ساری زمین کو نیکی اور عدل و انصاف سے بھر دے گی اور خود ان کی حیثیت اس عظیم الشان بادشاہت کی تعمیر میں "خشت اول" کی ہوگی۔ ان میں سے کوئی بات زید کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں آئی تھی۔ وہ تو سراسر اللہ تعالیٰ کا فضل تھا اور وہ جس کو چاہتا ہے 'اپنے فضل سے نواز دیتا ہے۔ وہ تو فضل عظیم کا مالک ہے اور وہ فضل عظیم یہ تھا کہ اس واقعہ کے چند سال بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت اور دین حق دے کر مبعوث فرمایا اور زید مردوں میں سب سے پہلے ان کے اوپر ایمان لائے۔ تو کیا اس سے بڑھ کر بھی اولیت اور فضیلت کا کوئی مقام ہو سکتا ہے جس کو حاصل کرنے کے لئے مسابقت کی جائے۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ 'رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رازوں کے امین و محافظ تھے۔ وہ ان لوگوں میں سے تھے جن کو آپ سفارتی وفود اور فوجی دستوں کی قیادت پر متعین فرماتے اور اپنی عدم موجودگی میں مدینہ پر اپنا قائم مقام مقرر کرتے تھے۔

جس طرح زیدؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی غیر معمولی محبت اور تعلق خاطر کا اظہار کیا اور اپنے ماں باپ پر ان کو ترجیح دی 'اسی طرح آپؐ نے بھی ان سے اپنی محبت کا اظہار فرمایا اور ان کو اپنے اہل و عیال کے ساتھ شامل کر لیا۔ آپؐ کی محبت کا یہ حال تھا کہ جب وہ کسی مہم پر گئے ہوئے ہوتے تو آپؐ ہر وقت ان کے لئے مشتاق و بے قرار رہتے اور جب واپس آتے تو بہت خوش ہوتے اور ان سے ملتے وقت جس بے پناہ مسرت و شادمانی کا اظہار فرماتے 'وہ صرف انہیں کا حصہ تھا۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا 'حضرت زیدؓ کے ساتھ ملاقات کے موقع پر رسول اللہؐ کی فرحت و مسرت کے ایک منظر کی تصویر کشی کرتی ہوئی فرماتی ہیں۔

"ایک دفعہ زیدؓ کسی مہم سے واپس لوٹے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے کمرے میں تھے' زیدؓ نے جب دروازے پر دستک دی تو آپؐ جلدی سے اٹھ کر ننگے بدن ان کی طرف لپکے۔ اس وقت آپؐ کے جسم اطہر پر صرف اتنا ہی کپڑا تھا جس نے آپ کے گھٹنے اور ناف کے درمیانی حصہ جسم کو چھپا رکھا تھا۔ آپؐ اپنے کپڑے کو گھسیٹتے ہوئے دروازے کی جانب بڑھے 'ان کو گلے لگایا اور بوسہ دیا۔ خدا کی قسم! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کپڑے کے بغیر کبھی نہیں دیکھا' نہ اس سے پہلے نہ اس کے بعد---"

یہ بات تمام مسلمانوں میں شہرت کی حد تک عام تھی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت زیدؓ کے ساتھ غیر معمولی محبت رکھتے ہیں۔ اسی وجہ سے ان کو "زید حب" (چہیتے زید) کہہ کر بلاتے اور "حب رسول اللہ" (رسول اللہ کے محبوب) کے لقب سے نوازتے تھے اور بعد میں لوگوں نے ان کے بیٹے حضرت اسامہؓ کا لقب "حب رسول اللہ" اور "ابن حب رسول اللہ" رکھ دیا تھا۔

۸ ہجری میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی مشیت نے حبیب (رسول اللہؐ) کو ان کے محبوب (حضرت زیدؓ) کی جدائی کے ذریعے آزمایا۔ ہوا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حارث بن عمیر ازدی کو ایک خط جس میں اسلام کی دعوت دی گئی تھی' دے کر بصریٰ کے حکمران کے پاس بھیجا۔ جب حضرت حارثؓ مشرقی اردن میں واقع "موتہ" کے مقام پر پہنچے تو ایک غسانی حاکم شرجیل بن عمرو نے ان کا راستہ روک لیا اور ان کو گرفتار کر کے پابہ زنجیر کر لیا اور بعد میں ان کی گردن مار دی۔ رسول اللہؐ کو ان کے قتل کا بے حد صدمہ ہوا کیوں کہ اس سے پہلے آپ کے کسی ایلچی کو قتل نہیں کیا گیا تھا۔ آپؐ نے جنگ موتہ کے لئے تین ہزار جنگجوؤں پر مشتمل ایک فوج تیار کی جس

کی قیادت اپنے محبوب حضرت زید بن حارثہؓ کے سپرد کی۔ اس کے ساتھ ہی آپؐ نے یہ بھی ہدایت فرمائی کہ اگر زیدؓ شہید ہو جائیں تو فوج کی قیادت جعفر بن ابی طالبؓ کریں گے اور اگر وہ بھی جام شہادت نوش کرلیں تو لشکر کی کمان عبداللہ بن رواحہؓ کے ہاتھ میں ہوگی لیکن اگر وہ بھی جنگ میں کام آجائیں تو پھر مسلمان اپنے میں سے کسی کو امیر منتخب کریں گے۔ مجاہدین اسلام کا یہ لشکر مدینہ سے چل کر مشرقی اردن کے ایک مقام "معان" پر خیمہ زن ہو گیا۔ ادھر ہرقل شاہ روم ایک لاکھ فوجیوں کے ساتھ غسانیوں کی مدد کے لئے چل پڑا' بعد میں عرب کے مشرک قبائل میں سے ایک لاکھ مزید سپاہی اس کے لشکر میں شامل ہو گئے اور یہ لشکر جرار آگے بڑھ کر مسلمانوں کے پڑاؤ کے قریب فروکش ہو گیا۔ مسلمان معان میں رک کر دو دن تک جنگی لائحہ عمل تیار کرنے کے لئے غور و مشورہ کرتے رہے۔ ان میں سے کسی نے رائے دی کہ ہمیں موجودہ صورت حال سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع اور دشمن کی بھاری تعداد سے آگاہ کر کے آپ کے حکم کا انتظار کرنا چاہئے لیکن دوسرے نے کہا۔

"لوگو! خدا کی قسم' ہم کثرت تعداد اور قوت و اسلحہ کے بھروسے نہیں' دین اسلام کی صداقت و حقانیت کے بل پر لڑتے ہیں۔۔۔ چلو' اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے آگے بڑھو جس کے لئے نکلے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں دو میں سے ایک کامیابی کی ضمانت دے رکھی ہے۔ وہ تمہیں فتح و کامرانی سے سرفراز فرمائے گا یا دولت شہادت سے مال مال کرے گا۔"

آخر کار موتہ کے میدان میں دونوں فوجوں کے درمیان معرکہ آرائی ہوئی اور مسلمان اس بے جگری سے لڑے کہ رومی ان کی ہمت و شجاعت کو دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ ان کے دلوں میں ان تین ہزار جاں بازوں کی ہیبت طاری ہو گئی جو دو لاکھ کا سامنا کرتے ہوئے چٹان کی سی مضبوطی کے ساتھ ڈٹ گئے تھے۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ پرچم رسولؐ کی مدافعت میں ایسی پامردی اور ثابت قدمی کے ساتھ لڑے جس کی نظیر بہادری کی داستانوں میں تلاش کرنے سے نہیں ملتی۔ وہ لڑتے رہے اور اس وقت تک لڑتے رہے جب تک نیزوں نے ان کے جسم کو چھلنی نہیں کر دیا اور وہ خون میں لت پت ہو کر زمین پر نہیں گر گئے۔ ان کے گرتے ہی حضرت جعفر بن ابی طالبؓ نے لپک کر جھنڈا اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اس کی حفاظت کے لئے جان کی بازی لگا دی اور غیر معمولی شجاعت و جواں مردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے پیش رو سے جا ملے۔ ان کی شہادت کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے آگے بڑھ کر جھنڈے کو اپنے قبضے میں کر لیا اور اس کی مدافعت میں دشمنوں سے لڑتے ہوئے اپنے دونوں ساتھیوں کے پاس پہنچ گئے۔ ان کے بعد مسلمانوں نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو امیر بنا لیا۔ ان کو دائرہ اسلام میں داخل ہوئے ابھی زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا۔۔۔ وہ فوج کو لے کر پیچھے ہٹ آئے اور اسے مکمل تباہی سے بچا لیا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جنگ کے حالات اور اپنے تینوں سپہ سالاروں کی شہادت کی خبر پہنچی تو آپ کو بے حد صدمہ ہوا اور ان کے اہل و عیال کے پاس تعزیت کے لئے تشریف لے گئے۔ جب حضرت زید بن حارثہؓ کے یہاں پہنچے تو ان کی چھوٹی بچی روتی ہوئی آپؐ کی گود میں آ گئی' اسے روتے دیکھ کر آپؐ بھی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ یہ دیکھ کر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بولے۔

"یہ کیا ہے' اے اللہ کے رسولؐ۔۔۔؟"

"یہ حبیب کا اپنے حبیب پر رونا ہے۔" نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

OO